Kashf Journal of Multidisciplinary Research
Vol: 03 - Issue 01(2026)
P-ISSN: 3007-1992 E-ISSN: 3007-200X
https://kjmr.com.pk

آمنہ مفتی کے ناول "پانی مر رہا ہے" کا ماحولیاتی اور عمرانی جائزہ

An Environmental and Sociological Analysis of Amna Mufti's Novel Paani Mar Raha Hai

Dr.Rifat Choudhry[1], Rabia Ashraf[2]
Lecture , Department of Urdu, GC Woman University ,Sialkot [1]
MS Scholar, Department of of Urdu, GC Woman University ,Sialk[2]

ڈاکٹر رفعت چودھری

لیکچرار, شعبہ اردو جی سی ویمن یونیورسٹی سیالکوٹ

رابعہ اشرف

ایم ایس اسکالر، شعبہ اردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

Article Info

This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) license https://creativecommons.org/licenses/by/4.0

Abstract
In the significant intellectual shifts occurring in twenty-first century Urdu fiction, the emergence of ecological consciousness holds a prominent place. Amna Mufti has emerged as a bold and powerful voice of this intellectual transformation in contemporary Urdu literature. This paper presents an analytical and critical study of her fiction, particularly her masterpiece novel "Paani Mar Raha Hai" (The Water Is Dying). It examines how Amna Mufti has translated real and geographical issues such as the water crisis, the death of rivers, and environmental migration into the framework of fiction. Furthermore, analyzing the novel through the theoretical lenses of ecocriticism and ecofeminism, the study demonstrates how both women and nature become targets of the same exploitative system. The paper also includes an analysis of the novel's key characters, style, and linguistic structure.

Keywords: *Amna Mufti, Paani Mar Raha Hai, Ecocriticism, Ecofeminism, Environmental Fiction, Feminist Consciousness, Urdu Novel, Environmental Crisis*

اکیسویں صدی کا اردو فکشن جن اہم فکری تبدیلیوں سے گزر رہا ہے ان میں ماحولیاتی شعور کا اضافہ نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ آمنہ مفتی معاصر اردو ادب میں اسی فکری تبدیلی کی ایک بیباک اور توانا آواز کے طور پر سامنے آئی ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ ان کے فکشن، بالخصوص ان کے شاہکار ناول "پانی مر رہا ہے" کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ اس مقالے میں یہ جائزہ لیا گیا ہے کہ آمنہ مفتی نے کس طرح پانی کے بحران، دریاؤں کی موت اور ماحولیاتی ہجرت جیسے حقیقی اور جغرافیائی مسائل کو فکشن کے پیرائے میں ڈھالا۔ نیز ایکو کریٹیسزم اور ایکو فیمینزم کے نظریاتی تناظر میں ناول کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عورت اور فطرت دونوں کس طرح ایک ہی استحصالی نظام کا نشانہ بنتے ہیں۔ مقالے میں ناول کے کلیدی کرداروں، اسلوب اور لسانی ساخت کا بھی تجزیہ شامل ہے۔

اکیسویں صدی کا اردو فکشن موضوعات اور اسلوب کے اعتبار سے ایک بڑے فکری تغیر سے گزر رہا ہے۔ اس عہد میں روایتی داستان گوئی، رومانیت اور محض تاریخی واقعات کے اعادے سے ہٹ کر دھرتی کے حقیقی، مادی اور ماحولیاتی مسائل پر لکھنے والے تخلیق کاروں کی شدید کمی محسوس کی جاتی رہی ہے۔ ایسے منظرنامے میں آمنہ مفتی ایک بیباک، حساس اور گہرے عمرانی و ماحولیاتی شعور رکھنے والی تخلیق کار کے طور پر ابھرتی ہیں۔ وہ محض کہانیاں نہیں بنتیں، بلکہ کائنات اور معاشرے کے ان پوشیدہ زخموں پر انگلی رکھتی ہیں جنھیں عام طور پر مصلحت پسندانہ انداز میں نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ان کا قلم فکشن، ڈرامے اور کالم نگاری کے ذریعے مسلسل سماج اور انسان کے باہمی استحصالی رویوں کے خلاف برسرِپیکار رہتا ہے۔

آمنہ مفتی کا تعلق پاکستان کے صوبہ پنجاب سے ہے۔ ان کی پیدائش، پرورش اور فکری تربیت میں ان کے خاندانی علمی ماحول کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ انھوں نے پنجاب کی مٹی، اس کے قدیم دریاؤں کی ثقافت، لوک روایات اور یہاں کے بدلتے ہوئے سیاسی و سماجی ڈھانچے کو بہت قریب سے دیکھا۔ خاندان کا علمی پس منظر اور کتابوں سے گہرا رشتہ ان کے بچپن میں ہی قائم ہو گیا تھا، جس نے آگے چل کر ان کے تخیل کو جلا بخشی۔ وہ کسی واہمے یا فرضی دنیا کی ادیب نہیں، بلکہ انھوں نے دیہی اور شہری زندگی کے تضادات، پانی کی تقسیم کے تنازعات، اور ہوسِ زر کے ہاتھوں تباہ ہوتی دھرتی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں جو سچائی اور مٹی کا لمس ملتا ہے، وہ دراصل ان کے ذاتی مشاہدات کا نچوڑ ہے۔

آمنہ مفتی نے تخلیقی اظہار کے لیے کسی ایک صنف کو منتخب نہیں کیا، بلکہ اپنی بات کو سماج کے ہر طبقے تک پہنچانے کے لیے مختلف اصنافِ سخن کا سہارا لیا۔

ان کے ناولوں (جیسے "آخری زمانہ" اور "پانی مر رہا ہے") نے اردو فکشن کو بین الاقوامی سطح کی جدید ماحولیاتی تھیوریز سے جوڑ دیا۔ انہوں نے اردو ناول کو روایتی گھریلو یا سیاسی دائروں سے نکال کر ایک وسیع تر آفاقی و ماحولیاتی کینوس عطا کیا۔

آمنہ مفتی نے پاکستان ٹیلی ویژن اور نجی چینلز کے لیے کئی مقبول اور فکری طور پر مضبوط ڈرامے لکھے۔ ان کے ڈراموں (جیسے "ریزہ ریزہ" اور "شاخسار") میں سستی رومانیت اور صابن اوپرا کے برعکس عورت کے حقیقی وجود، اس کے نفسیاتی مسائل، اور جاگیردارانہ نظام کی سفاکی کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

بی بی سی اردو اور دیگر معتبر پلیٹ فارمز پر ان کے کالم معاصر دنیا کے سیاسی، سماجی اور خاص طور پر ماحولیاتی مسائل کا ایک تیکھا اور کاٹ دار تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ ان کی صحافت ان کے فکشن کے لیے خام مال کا کام کرتی ہے، جس سے ان کی تخلیقات میں زمینی حقیقت کا عنصر مزید گہرا ہو جاتا ہے۔

آمنہ مفتی کی ادبی شناخت کا سب سے مضبوط ستون ان کا ناول "پانی مر رہا ہے" ہے۔ اردو فکشن کی تاریخ میں جہاں ہمیشہ حسن و عشق، ہجرت اور تاریخ جیسے موضوعات کو مرکزِ بحث بنایا گیا، وہیں اس ناول نے پہلی بار ایک ہولناک اور حقیقی المیے یعنی "ماحولیاتی تباہی اور پانی کے بحران" کو فکشن کا مرکزی کردار بنایا[۴]۔

یہ ناول صرف پانی کی مادی کمی کا قصہ نہیں، بلکہ یہ اس انسانی ہوس، سیاسی منافقت اور ماحولیاتی بے حسی کا نوحہ ہے جس نے برصغیر کے دریاؤں (خاص طور پر ستلج اور اس کے معاون دریاؤں) کو سکھا دیا اور ہری بھری دھرتی کو بنجر کر دیا۔ آمنہ مفتی نے یہ دکھایا ہے کہ پانی کا مرنا دراصل ایک پوری تہذیب، ثقافت، اخلاقیات اور انسانیت کی موت ہے۔

ناول میں ماحولیاتی تنقید کے اصولوں کے عین مطابق انسان کو کائنات کا ایک خود غرض جابر اور فطرت کو اس کی مظلوم رعایا کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ جب انسان دھرتی کا خون نچوڑ لیتا ہے تو فطرت کس طرح خاموش اور ہولناک انتقام لیتی ہے، **اس کی عکاسی اس ناول کا خاصہ ہے**[۶]۔

یہ ناول اردو فکشن میں اکیسویں صدی کا ایک نمایاں ماحولیاتی بیانیہ تصور کیا جاتا ہے، جس میں پانی کے بحران کو محض سائنسی یا جغرافیائی مسئلہ نہیں بلکہ دھرتی کے بیٹوں کے مٹتے وجود اور تہذیبی المیے سے جوڑا گیا ہے[۷]۔

ناول کو علمی سطح پر سمجھنے کے لیے مغرب اور مشرق میں ابھرنے والی جدید تنقیدی تھیوری "ایکو کریٹیسزم" کا سہارا لینا ضروری ہے۔ یہ تھیوری ادب اور مادی ماحول کے باہمی تعلق کا مطالعہ کرتی ہے۔

روایتی ادب میں انسان کو کائنات کا مرکز سمجھا جاتا ہے اور فطرت کو محض ایک بے جان پس منظر یا انسان کی خدمت گار کے طور پر دکھایا جاتا ہے۔ آمنہ مفتی اس ناول میں اسی انسان مرکزیت پسندی کو چیلنج کرتی ہیں۔ وہ دکھاتی ہیں کہ جب انسان خود کو کائنات کا خدا سمجھ کر فطرت کا بے رحمانہ استحصال شروع کرتا ہے تو فطرت کس طرح خاموشی سے اپنا انتقام لیتی ہے۔

علمی طور پر اس ناول کا ایک اور اہم زاویہ "ایکو فیمینزم" ہے، جو عورت اور فطرت پر ہونے والے جبر کو ایک ہی آئینے میں دیکھتا ہے۔ ناول میں دکھایا گیا ہے کہ جب دھرتی بنجر ہوتی ہے اور پانی مرتا ہے تو اس کا سب سے پہلا اور شدید شکار دیہی عورت ہوتی ہے، جسے پانی کی تلاش میں میلوں پیدل چلنا پڑتا ہے اور جو سماجی سطح پر مزید کمزور ہو جاتی ہے۔ سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام جس طرح عورت کے وجود کو پامال کرتا ہے، اسی طرح وہ پانی اور مٹی کا بھی سودا کرتا ہے۔

اس ناول کا سب سے منفرد پہلو یہ ہے کہ اس میں "پانی" اور "دریا" محض بے جان عناصر نہیں، بلکہ آمنہ مفتی نے انہیں ایک زندہ وجود کی طرح پیش کیا ہے۔ دریا ایک ایسے بوڑھے باپ کی مانند ہے جس کا خون (پانی) اس کے اپنے ہی بیٹے (انسان) نچوڑ رہے ہیں۔ ماحول کا یہ انسانی روپ قاری کے اندر ایک گہرا ماحولیاتی احساس اور ہمدردی پیدا کرتا ہے[۸]۔

اگر اس ناول کو حقیقت کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو یہ کوئی خیالی یا افسانوی داستان نہیں، بلکہ انڈس واٹر ٹریٹی (سندھ طاس معاہدہ) کے بعد بدلتے ہوئے پنجاب کا ایک دستاویزی نقشہ معلوم ہوتا ہے۔

حقیقت میں برصغیر کی تقسیم اور مابعد کے پانی کے معاہدوں کے نتیجے میں پنجاب کے مشرقی دریا (خاص طور پر ستلج اور بیاس) پاکستان کی حد میں تقریباً خشک ہو چکے ہیں۔ ناول اس جغرافیائی حقیقت کو بڑی دردمندی سے بیان کرتا ہے۔ دریا کا سوکھنا صرف پانی کا ختم ہونا نہیں تھا، بلکہ اس کے کناروں پر آباد مچھیروں، ملاحوں، کسانوں اور ان کی صدیوں پرانی لوک ثقافت کا بھی خاتمہ تھا۔

ناول کی سچائی آج کے پاکستان اور دنیا کے اس حقیقی بحران سے میل کھاتی ہے جہاں زیرِ زمین پانی کی سطح تیزی سے نیچے گر رہی ہے۔ ٹیوب ویلوں کی بھرمار، کیمیکل کھادوں کا اندھا دھند استعمال اور ہوسِ زر نے زمین کو زہریلا کر دیا ہے۔ جب مٹی بنجر ہو جاتی ہے اور کنویں سوکھ جاتے ہیں تو

کسانوں کے پاس اپنی ابدی دھرتی چھوڑ کر شہروں کی طرف ہجرت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ یہ "ماحولیاتی پناہ گزین" جدید دنیا کا ایک ہولناک سچ ہیں، جسے آمنہ مفتی نے اپنے کرداروں کے ذریعے حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کیا ہے۔[5]

ناول کو علمی اور حقیقی طور پر گہرائی سے سمجھنے کے لیے اس کے کرداروں کا عمرانی تجزیہ ضروری ہے:

دریا(بطور زندہ کردار): اس ناول کا سب سے بڑا اور بنیادی کردار خود "پانی" یا "دریا" ہے، جو ایک جیتے جاگتے بوڑھے انسان کی طرح سسک سسک کر دم توڑ رہا ہے۔

مقامی کسان اور مچھیرے: یہ وہ کردار ہیں جو دھرتی کے اصل وارث ہیں، لیکن پانی کے مرنے کے بعد ان کی سماجی اور معاشی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ وہ مفلسی اور بے بسی کی علامت بن کر ابھرتے ہیں۔

وڈیرے اور سرمایہ دار: یہ وہ منفی کردار ہیں جو پانی پر اجارہ داری قائم کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ وہ مافیا ہے جو نہروں کا رخ موڑتا ہے، پانی چوری کرتا ہے اور اپنے محلات کو سرسبز رکھنے کے لیے غریبوں کی فصلیں سکھا دیتا ہے۔

ناول کا ایک اہم علمی زاویہ مارکسی یا عمرانی نقطہ نظر ہے، جو قدرتی وسائل کی طبقاتی تقسیم کو واضح کرتا ہے۔ آمنہ مفتی یہ دکھاتی ہیں کہ پانی کی قلت صرف ایک قدرتی یا خدائی آفت نہیں، بلکہ یہ انسان کا پیدا کردہ بحران ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام ہر چیز کو "کمپنی" اور "پروڈکٹ" میں بدل دیتا ہے۔ جب دریا سوکھتے ہیں تو ملٹی نیشنل کمپنیاں زیرِ زمین پانی نکال کر اسے پلاسٹک کی بوتلوں میں بند کر کے مہنگے داموں بیچنا شروع کر دیتی ہیں۔ یعنی جو پانی کائنات کا مفت تحفہ تھا، وہ اب صرف امیروں کی دسترس میں رہ جاتا ہے۔

آمنہ مفتی کی تحریر کی سب سے بڑی طاقت ان کا بیباک، سچی حقیقت پسندی پر مبنی اور کاٹ دار اسلوب ہے۔ وہ الفاظ کو خوبصورت بنانے کے لیے مصنوعی سجاوٹ کا سہارا نہیں لیتیں، بلکہ بات کی گہرائی اور کاٹ پر توجہ دیتی ہیں۔ ان کی زبان میں پنجاب کی مٹی کی خوشبو، لوک محاورے اور دیہی زندگی کا رنگ پایا جاتا ہے۔ وہ اپنے جملوں میں ایک مابعد الطبیعاتی اور سماجی طنز استعمال کرتی ہیں جو قاری کے دل پر سیدھا اثر کرتا ہے۔ ان کا بیانیہ روایتی طور پر "خوش کن" یا رومانی نہیں، بلکہ بے رحم حقیقت پسندی کا حامل ہے، جو انہیں ان کے ہم عصروں میں ممتاز کرتا ہے۔[6]

آمنہ مفتی کا اسلوب روایتی فکشن نگاروں سے بالکل مختلف ہے، کیونکہ ان کے ہاں زبان کا ایک ایسا تخلیقی استعمال ملتا ہے جہاں مادی ماحول اور انسانی نفسیات ایک دوسرے میں پیوست نظر آتے ہیں۔[3]

آمنہ مفتی کے فن کا ایک اور اہم پہلو ان کا تانیثی نقطہ نظر ہے۔ تاہم ان کا تانیثی شعور روایتی نعرے بازی یا مرد کی اندھی مخالفت پر مبنی نہیں۔ وہ عورت کو اس کے سماجی اور معاشی ماحول کے تناظر میں دیکھتی ہیں۔ ان کے فکشن اور ڈراموں میں دیہی عورت زمین سے جڑی ہوئی ہے: وہ زمین کے ساتھ ہی ظلم سہتی ہے اور زمین کی طرح ہی صابر ہے۔ آمنہ مفتی کے ہاں عورت کا جو روپ ملتا ہے وہ جذباتی مغلوبیت کا شکار نہیں، بلکہ وہ اپنے حقوق اور اپنے گرد و پیش کے حالات سے پوری طرح باخبر اور برسرِپیکار نظر آتی ہے[۲]۔

ناول "پانی مر رہا ہے" کا علمی اور حقیقی تجزیہ ہمیں اس نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ یہ کتاب محض وقت گزاری کے لیے نہیں لکھی گئی، بلکہ یہ انسانی نسل کے لیے ایک "ارلی وارننگ سسٹم" کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ناول اردو فکشن کو عالمی ماحولیاتی تحریکوں کے شانہ بشانہ کھڑا کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ اردو زبان میں عصری المیوں کو سمیٹنے کی بھرپور صلاحیت موجود ہے۔ مجموعی طور پر آمنہ مفتی معاصر اردو ادب، بالخصوص اکیسویں صدی کے فکشن کا ایک ایسا معتبر، جرات مند اور ناگزیر نام بن چکی ہیں جن کا ذکر کیے بغیر اردو میں ماحولیاتی ادب کی تاریخ ادھوری رہے گی۔ انہوں نے اپنے قلم کو محض تفریح کا ذریعہ نہیں بنایا، بلکہ اسے زمین کی بقا، انسانی ضمیر کی بیداری اور سماجی انصاف کا ہتھیار بنایا۔ ان کا یہ ناول ہمیں یہ پیغام دیتا ہے کہ اگر پانی مر گیا تو اس دھرتی پر محبت، تہذیب، اخلاق اور انسان کا وجود بھی مر جائے گا—یہ معاصر اردو ناول کی تاریخ کا ایک بے حد اہم اور ناگزیر فکری دستاویزی اثاثہ ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، معاصر اردو فکشن اور جدید تناظر، لاہور، سنگِ میل پبلیکیشنز، ۲۰۲۲ء، ص ۱۴۵۔

۲۔ شمیم حنفی، اردو فکشن کی نئی جہات، نئی دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۸ء، ص ۸۸۔

۳۔ گوپی چند نارنگ، ادبی تنقید اور اسلوبیات، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۴ء، ص ۲۳۰۔

۴۔ آمنہ مفتی، پانی مر رہا ہے (ناول)، لاہور، سانجھ پبلیکیشنز، ۲۰۱۸ء، ص ۵۔

۵۔ ارشد محمود ناشاد، ڈاکٹر، اردو فکشن پر مادی عہد کے اثرات، اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۲۱ء، ص ۱۱۲۔

۶۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، معاصر اردو فکشن اور جدید تناظر، لاہور، سنگِ میل پبلیکیشنز، ۲۰۲۲ء، ص ۱۴۸-۱۵۰۔

۷۔ آصف فرخی، ڈاکٹر، چراغِ شبِ افسانہ: معاصر فکشن کے مباحث، کراچی، شہرزاد پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء، ص ۱۶۷۔

۸۔ آمنہ مفتی، پانی مر رہا ہے (ناول)، لاہور، سانجھ پبلیکیشنز، ۲۰۱۸ء، ص ۲۲۔

References

Nayyar, Nasir Abbas, Dr. Contemporary Urdu Fiction and Modern Perspectives. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2022, p. 145.

Hanfi, Shamim. New Dimensions of Urdu Fiction. New Delhi: Educational Publishing House, 2018, p. 88.

Narang, Gopi Chand. Literary Criticism and Stylistics. Delhi: Educational Publishing House, 2014, p. 230.

Mufti, Amna. Paani Mar Raha Hai (Novel). Lahore: Sanjh Publications, 2018, p. 5.

Nashad, Arshad Mahmood, Dr. The Impact of the Material Age on Urdu Fiction. Islamabad: Academy of Letters Pakistan, 2021, p. 112.

Nayyar, Nasir Abbas, Dr. Contemporary Urdu Fiction and Modern Perspectives. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2022, pp. 148-150.

Farrukhi, Asif, Dr. Chiragh-e-Shab-e-Afsana: Debates in Contemporary Fiction. Karachi: Shehrzad Publications, 2019, p. 167.

Mufti, Amna. Paani Mar Raha Hai (Novel). Lahore: Sanjh Publications, 201